یاد رفتگان

مولانا خان محمد ربانیؒ

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں!

خورشید احمد

میں اپنی خالہ مرحومہ کی آخری رسومات سے فارغ ہو کر لیسٹر (انگلستان) واپس آیا ہی تھا کہ یکم ستمبر کو محترم قاضی حسین احمد صاحب کا ٹیلی فون آیا اور یہ روح فرسا اطلاع ملی کہ برادر محترم مولانا خان محمد ربانی راہی ملک عدم ہوئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

ایسے مواقع پر تعزیتی پیغام اور دعائے مغفرت کے سوا انسان کر بھی کیا سکتا ہے لیکن حقیقت ہے کہ دل پر بڑی ہی گہری چوٹ لگی اور میں صدمے سے نڈھال ہو گیا۔ جن بزرگوں اور ساتھیوں کی موت نے زندگی میں خلا کی کیفیت پیدا کی، ان میں تازہ ترین ضرب خان محمد ربانی صاحب کی جدائی ہے۔ محترم مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور چودھری غلام محمد صاحب کا زخم تو ماہ و سال کی گردش سے بے نیاز ہر دم تازہ ہے۔ پھر برادرم خلیل حامدی اور خرم بھائی کی مفارقت نے زندگی میں نہ بھرنے والا خلا پیدا کر دیا ہے۔ اب اتنی جلدی خان محمد ربانی صاحب کے انتقال کی خبر دل پر ایک چوٹ بن کر لگی۔

کچھ ایسے بھی اس بزم سے اٹھ جائیں گے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

خان محمد ربانی صاحب تحریک اسلامی میں میرے بزرگوں میں سے تھے۔ ان سے پہلی ملاقات ۱۹۵۴ء میں، ملتان میں ہوئی جب میں جمعیت کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے وہاں دورے پر گیا اور جماعت اسلامی ملتان کے گل ہائے سرسبد، باقر خان، حسرت مرزا، بابو نصیر اور خان محمد ربانی رحمہم اللہ سے ملنے کا موقع ملا۔ یہ میری ان بزرگوں سے پہلی ملاقات تھی لیکن جس طرح وہ میرے ساتھ پیش آئے، اس سے ایسا لگتا تھا کہ ساری عمر ان ہی کے ساتھ گزری ہے۔ خصوصیت سے ربانی صاحب کی شفقت اور پیار کو میں کبھی نہیں بھول سکتا! پھر مرکزی شوریٰ اور دوسرے جماعتی پروگراموں کے ذریعے یہ سلسلۂ رفاقت چالیس سالوں پر پھیلا ہوا ہے۔

جس شفقت اور پیار سے وہ پہلے دن پیش آئے تھے آخری ملاقات تک ان کی کرم گستری کا وہی عالم رہا۔ سادگی' خلوص' نرمی' مٹھاس' بے ساختگی اور انکسار' یہ تھے وہ عناصر جن سے خان محمد ربانی صاحب کی شخصیت عبارت تھی اور مجھ سے ہی نہیں ان کا تو سب ہی سے کچھ ایسا معاملہ رہتا تھا۔

ربانی صاحب کو مجھے بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ وہ ان نیک بندوں میں سے تھے جنھوں نے ایک بار اللہ کو اپنا رب تسلیم کر لیا اور پھر اس پر ساری زندگی قائم اور قانع رہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا کی چلتی پھرتی مثال' ان کی زندگی یک رنگی کا بے مثال نمونہ تھی۔ وہ جو اندر سے تھے وہی باہر سے تھے! قول و فعل میں یکسانی' گفتار و کردار میں ہم آہنگی اور پوری زندگی اللہ کی عبادت اور بندگی کے رنگ سے رنگین اور روشن۔ ان کو زندگی میں اگر کوئی چیز سب سے پیاری تھی تو وہ تھی: اللہ کے دین کے پیغام کو ہر انسان تک پہنچانے کی تڑپ! جب مولانا مودودیؒ کی پکار ان کے دل میں اتر گئی تو پھر انھوں نے اپنی قوت کی ہر رمق اور اپنے وقت کی ہر ساعت کو اس دعوت پر چلنے اور اس کی طرف اللہ کے بندوں کو بلانے کے لیے وقف کر دیا۔ میں نے ان کو دور از کار بحثوں' عقلی مکالموں اور قیل و قال سے بہت دور پایا۔ شوریٰ ہو یا ذاتی گفتگو' اپنی بات بڑی سادگی سے اور بڑے مختصر انداز میں پیش کرتے اور اس کا مقصد بس ایک ہوتا: ہمارے کرنے کا تو یہ کام ہے' آؤ بس اس کام میں لگ جائیں۔ انھوں نے میلوں پیدل چل کر' سخت ترین موسم میں سائیکل پر سفر کر کے اللہ کے بندوں تک اللہ کا پیغام پہنچایا۔ میں نے انھیں کبھی تحریکی لٹریچر کے بغیر نہیں دیکھا۔ آخری زمانے تک شوریٰ کے اجتماعات میں بھی ان کے پاس ایک کپڑے کی تھیلی ہوتی تھی جس میں لٹریچر ساتھ رکھتے تھے۔ ان کی گفتگو' ان کی تقریر' ان کا درس قرآن ہر چیز دعوتی رنگ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ وہ بحث و مجادلہ کے نہیں عمل اور صرف عمل کرنے والے انسان تھے۔

ربانی صاحب کی زندگی سادگی اور قناعت کا نمونہ تھی۔ میں نے کبھی ان کو طلب دنیا اور زندگی کی آسایشوں کے بارے میں فکرمند نہیں دیکھا۔ جو کچھ اللہ نے دیا اس پر گذارہ کیا' جو قوت حاصل تھی اسے دعوت دین کے لیے وقف کیا۔ قرآن و حدیث اور اسلامی لٹریچر کا مطالعہ بڑی محنت اور وقت نظر سے کیا لیکن وہ بھی بس ایک متعین ہدف کو سامنے رکھ کر ـــــ یعنی خود اپنے کو ایک اچھا مسلمان کیسے بنائیں اور دین کی بنیادی دعوت دوسروں تک کیسے پہنچائیں۔ میں نے ان کو علمی بحثوں اور فلسفیانہ موشگافیوں سے دلچسپی لیتے کبھی نہیں دیکھا۔ اپنی بات دلیل سے پیش کرتے لیکن بڑی سادہ دلیل اور بالعموم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی بنیاد پر۔ ان کے ذریعے سیکڑوں نہیں' ہزاروں انسان قرآن کی دعوت اور جماعت اسلامی کے پیغام سے روشناس ہوئے اور کتنی ہی زندگیاں دین کے رنگ میں رنگ گئیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

محترم خان محمد ربانی صاحب کی دعوتی سرگرمیاں صرف ملتان تک محدود نہیں تھی۔ قرب و جوار کے علاقوں میں تو وہ جاتے ہی تھے، انھوں نے ملک میں ہر جگہ تحریکی پروگراموں میں شرکت کی اور درس و تقریر کے ذریعے اپنے پیغام سے کتنی ہی شمعیں روشن کیں۔ انگلستان بھی وہ تشریف لائے اور متعدد شہروں میں پروگرام کیے۔ اسلامک فاؤنڈیشن کے ایک ایک پراجیکٹ سے واقفیت حاصل کی اور اپنی بے شمار دعاؤں سے ہماری ہمت بڑھائی۔ ملک اور ملک کے باہر اور جماعت کے مرکزی پالیسی ساز اداروں میں ان کے کردار کے ساتھ اس امر کا اعتراف بھی ضروری ہے کہ جنوبی پنجاب کے پورے علاقے میں تحریک اسلامی کے اولیں معماروں میں سے ہیں اور ان کی حیثیت بنیاد کے ان پتھروں کی سی ہے جو چاہے نظر نہ آتے ہوں مگر ساری عمارت انھی پہ کھڑی ہوتی ہے۔

ملتان میں جماعت اور جمعیت دونوں کو مستحکم کرنے میں ان کا بڑا بنیادی کردار ہے۔ پھر چودھری نذیر احمد مرحوم کے ساتھ مل کر جامع العلوم ملتان کا قیام اور ان کے بعد اسے ایک چھوٹے سے مکتب سے ایک عظیم درس گاہ تک ترقی دینے میں انھوں نے اپنے شب و روز صرف کیے اور اسی طرح کئی دوسرے صدقات جاریہ شروع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

دعوتی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ ربانی صاحب ایک کامیاب سیاسی کارکن بھی تھے۔ ہر طبقے کے لوگوں سے ان کے تعلقات تھے اور ہر جگہ انھیں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ تاریخ پاکستان کی تمام دینی اور سیاسی تحریکوں میں وہ پیش پیش تھے اور اس سلسلے میں بارہا قید و بند کی مشقت بھی ہنسی خوشی برداشت کی اور اس میں ایسے نازک لمحات بھی آئے کہ جس وقت وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے محبوب باپ کی میت کو غسل دے رہے تھے، بے رحم پولیس عین اس وقت گرفتار کرنے کے لیے پہنچی اور انھوں نے صرف اتنی مہلت لی کہ غسل کی تکمیل کر دیں۔ ادھر باپ کی میت سپرد خاک ہو رہی تھی اور ادھر بیٹا سوئے زنداں رواں دواں تھا۔

میں نے اپنے چالیس سے زیادہ سالوں پر پھیلے ہوئے دور رفاقت میں برادرم خان محمد ربانی کو ایک بار بھی غیر ضروری باتوں میں مصروف نہیں پایا۔ بس کام کی بات اور وہ بھی اتنے اعتماد، اتنے پیار اور اتنی سادگی کے ساتھ کہ دل سے نکل کر دل میں اتر جائے۔ میں نے انھیں کبھی غصے میں نہیں دیکھا، کبھی کسی سے تلخ کلامی تو کیا سخت کلامی کا بھی مرتکب نہ پایا۔ سخت سے سخت بات وہ بڑے ظرف سے پی جاتے اور بڑے ٹھنڈے انداز میں جواب دیتے جو پتھر کو بھی پانی کر دیتا۔ بات کرنے میں ان کا ایک خاص اسلوب تھا جسے الفاظ میں بیان کرنا بڑا مشکل ہے، اور مجھے اعتراف ہے کہ میں اس انداز کا قتیل ہوں۔ بڑی سے بڑی دلیل پر ان کا سادہ اور مٹھاس بھرا انداز چھا جاتا تھا۔

مولانا مودودیؒ سے ان کی محبت، اسلامی دعوت سے ان کی بے مثال وابستگی، جماعت اسلامی سے ان کی وفاداری، تحریکی ساتھیوں کے لیے ان کی شفقت، اپنے چھوٹوں کے لیے پیار اور سب سے بڑھ کر اپنے کام سے کام--- ان کی کس کس بات کو یاد کیجیے اور کس کس ادا کا ذکر کیجیے۔ شاید ماہر القادری نے کسی ایسے ہی کردار کا تصور کیا ہو گا جب انھوں نے کہا تھا:

میں لوحِ مہ و سال پہ وہ نقشِ وفا ہوں
مٹنے سے ابھرتا ہے مرا نام و نشاں اور

میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھے محترم خاں محمد ربانی صاحب سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔ وہ ان بزرگوں میں سے تھے جن سے ہم نے تحریک اسلامی کی روح تک رسائی حاصل کی اور جن کے نمونے میں ہم نے اپنے دور کے معیاری کارکن کی تصویر دیکھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے، ان کی نیکیوں کو قبول فرمائے اور جو چراغ انھوں نے روشن کیے ہیں تاابد روشن رہیں، دنیا کی ظلمات کو دور کریں اور ان کے لیے بھی ابدی روشنی کا سامان کریں۔ اور جو ساتھی ان جیسے رہنماؤں سے فیض حاصل نہ کر سکے اللہ تعالیٰ ان کی محرومی کا بھی کوئی سامان فرمادیں ورنہ ان کا حال یہی ہو گا کہ ؏ افسوس تم کو میر سے صحبت نہیں رہی۔

تفسیر فی ظلال القرآن
سید قطب شہید
سید معروف شاہ شیرازی
جلد اول تا ششم مکمل سیٹ
ہدیہ -/2075 روپے
آج ہی طلب کریں
سائز 23X33 کاغذ فلائنگ 55 گرام کل صفحات 7000
ادارہ منشورات اسلامی
بالمقابل منصورہ ملتان روڈ لاہور p/o لعوان ٹاؤن